Gohar e tehqeeq گوہر تحقیق
گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاول پور
Year 2022; Vol 01 (Issue 01)
P. 25-39 https://journals.gscwu.edu.pk/

ڈاکٹر عاصم شجاع ثقلین
اسسٹنٹ پروفیسر، صادق ایجرٹن کالج، بہاول پور
پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد
سابق صدر شعبہ اُردو۔ دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور

Dr. Asim Shuja Saqlain

Assistant Professor, Sadiq Egerton College, Bahawalpur

Professor Dr. Shafiq Ahmed

Ex. Dean Faculty of Arts, Urdu Department, The Islamia University of Bahawalpur.

بھارتی فلمی اُردو شاعری میں تشبیہ کی چند اہم اقسام

Some important types of Simile in the Indian Film Poetry

Abstract:

TASHBEEH (Simile) is one of the most important and common parts of ILM-E-BAYAN. A poet often uses the path of simile when he wants to praise something or somebody. Many types of similes (TASHBEEH) are used in Indian film's Urdu songs. Although these similes (TASHBEEHAAT) are not beyond the traditional Urdu poetry some of the most important types of similes are easily be found in the Urdu poetry of Indian films. Moreover, these songs are a good source to understand and elaborate on the different types of TASHBEEH (Simile), because of their simplicity. This short article comprises some of the important types of similes and their usage in Indian film's Urdu songs.

Key board: TASHBEEH, Simile, ILM-E-BAYAN, Poet, Indian films, traditional, songs.

تشبیہ علمِ بیان کا معروف و مرغوب ترین رکن ہے جس کی ہزاروں مثالیں اُردو شاعری میں موجود ہیں۔ لفظ تشبیہ کا مادہ ''شِبہ'' ہے۔ لغوی معنی مشابہت دینا یا مماثلت دینا کے ہیں۔ مختلف کتبِ بیان و بدیع میں تشبیہ کی تعریف مختلف الفاظ میں ملتی ہے:

''تشبیہ لغت میں دلالت ہے اس بات پر کہ ایک شے دوسری شے کے ساتھ ایک معنی میں شریک ہے۔ علمِ بیان کی اصطلاح میں تشبیہ سے مراد دلالت ہے دو چیزوں کی جو آپس میں جدا جدا ہوں، ایک معنی میں شریک ہونے پر، اس طرح کہ بطور استعارے کے نہ ہو اور نہ بطور تجرید کے ہو۔''[۱]

''کسی چیز کو کسی خاص صفت (اچھی یا بری) کے اعتبار سے دوسری چیز کے مانند قرار دینا، تشبیہ کہلاتی ہے۔''[۲]

ہم کہہ سکتے ہیں کہ علم بیان کی اصطلاح میں تشبیہ سے مراد کسی مشترک صفت یا وصف کی بنا پر ایک چیز کو دوسری چیز کی مانند قرار دینا ہے۔ مثلاً:

اس کا رنگ ہلدی جیسا ہو گیا۔ (رنگ کو ہلدی سے تشبیہ دی گئی ہے۔)

ہاتھ فولاد کی طرح مضبوط ہیں۔ (ہاتھ کی مضبوطی کو فولاد سے تشبیہ دی گئی ہے۔)

اس کی نظر عقاب کی سی ہے۔ (نظر کو عقاب کی نظر سے تشبیہ دی گئی ہے۔)

وہ فلسفیوں جیسی باتیں کرنے لگا ہے۔ (باتوں کو فلسفیوں کی بات سے تشبیہ دی گئی ہے۔)

چند شعری تشبیہات دیکھیے:

عشق اِک میرؔ بھاری پتھر ہے
کب یہ تجھ ناتواں سے اُٹھتا ہے (میر تقی میر)

(عشق کو بھاری پتھر سے تشبیہ دی گئی ہے۔)

ے کیا ہے پیار جسے ہم نے زندگی کی طرح
وہ آشنا بھی ملا ہم سے اجنبی کی طرح (قتیل شفائی)

(محبوب کی محبت کو زندگی کی محبت سے اور اس کی آشنائی کو اجنبیت سے تشبیہ دی گئی ہے۔)

ے زلف راتوں سی ہے ، رنگت ہے اُجالوں جیسی
پر طبیعت ہے وہی بھولنے والوں جیسی
اِک زمانے کی رفاقت پہ بھی رم خوردہ ہے
اس کم آمیز کی خُو بُو ہے غزالوں جیسی

(احمد فراز)

(پہلے شعر میں محبوب کی زُلف کو رات سے، رنگت کو اُجالے سے، طبیعت کو بھولنے والوں کی طبیعت سے اور دوسرے شعر میں اس کی عادات واطوار کو ہرن کی رم خوردگی (بھاگ جانے یا مانوس نہ ہونے کی عادت) سے تشبیہ دی ہے۔)

تشبیہ کے پانچ ارکان ہیں:

مُشَبَّہ: جس چیز کو تشبیہ دی جائے۔

مُشَبَّہ بِہٖ: جس چیز سے تشبیہ دی جائے۔

وجہِ شبہ: یہ مشترک وصف یا صفت جس کی بنیاد پر تشبیہ دی جائے۔

حرفِ تشبیہ: تشبیہ کے لیے مددگار حروف مثلاً جیسے، کی طرح، مثل، صورت، کا سا وغیرہ۔

غرضِ تشبیہ: تشبیہ دینے کا مقصد یا غرض۔ اغراضِ تشبیہ یہ ہوتی ہیں:

i) مشبہ کا وجود ثابت کرنا۔

ii) مشبہ کا حال بیان کرنا۔

iii) مشبہ کے حسن یا اوصاف کی تصویر کشی کرنا۔

iv) مشبہ کی ندرت یا غرابت ثابت کرنا۔

v) مشبہ کی تقبیح کرنا۔

vi) مشبہ کی کیفیت پڑھنے والے کے ذہن نشین کرانا وغیرہ۔[۳]

اِن تمام نکات سے ظاہر ہے کہ تشبیہ کی غرض، مشبہ کی کسی صفت کی تعریف یا توضیح ہوتی ہے۔

اِس مختصر مقالے میں کوشش کی جائے گی کہ تشبیہ کی معروف و مرغوب اقسام کی ممکنہ وضاحت کی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھا جائے کہ بھارتی فلمی شاعری میں ان اقسام کی کیسی مثالیں موجود ہیں۔ تشبیہ کی بنیادی اقسام دو ہیں:

(۱) تشبیہ حسی: جب تشبیہ کا تعلق ایسی اشیاء سے ہو جو حواس کے ادراک میں آتی ہوں۔

حواسِ خمسہ کے حوالے سے تشبیہِ حسی کی ذیلی اقسام پانچ ہیں:

(۱) تشبیہِ باصرہ (۲) تشبیہِ سامعہ (۳) تشبیہِ شامہ (۴) تشبیہِ ذائقہ (۵) تشبیہِ لامسہ

(۲) تشبیہ عقلی: جب تشبیہ کا تعلق ایسی اشیاء سے ہو جو عقل کو کام میں لا کر سمجھی جا سکیں۔

تشبیہِ عقلی کی بھی تین ذیلی اقسام ہیں:

(۱) تشبیہِ خیالی (۲) تشبیہِ وہمی (۳) تشبیہِ وجدانی

تشبیہِ حسی:

اس تشبیہ کے ذیل میں حواسِ خمسہ کے حوالے سے پانچ اقسام کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہم یہاں ان اقسام کی وضاحت کریں گے جن کی مثالیں بھارتی فلمی شاعری میں دستیاب ہیں۔

(۱) تشبیہِ باصرہ:

جب مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کا تعلق بصارت سے ہو۔ تشبیہ کی یہ قسم سب سے زیادہ مروّج ہے۔ شاعری میں عام طور پر دی گئی تشبیہات کا تعلق حسِ بصارت سے ہوتا ہے۔ بھارتی فلمی شاعری میں بھی اس قسم سے متعلق متعدد مثالیں ملتی ہیں۔

ے چال ہے کہ موج کی روانی
زلف ہے کہ رات کی کہانی

ہونٹ ہیں کہ آئینے کنول کے
آنکھ ہے کہ مے کدوں کی رانی [۴]

چاروں مصرعوں میں دی گئی تشبیہات کا تعلق بصارت سے ہے۔

ے چہرے میں گھل گیا ہے حسیں چاندنی کا نور
آنکھوں میں ہے چمن کی جواں رات کا سُرور
گردن ہے اِک جھکی ہوئی ڈالی گلاب کی
[۵]

تینوں مصرعوں میں مشبہ اور مشبہ بہِ دونوں کا تعلق بصارت سے ہے۔

(ب) تشبیہ ِ شامہ:

جب مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کا تعلق حس شامہ سے ہو۔

ے سانس تری مدھر مدھر جیسے رجنی گندھا
پیار ترا مدھر مدھر چاندنی کی گنگا [۶]

مصرعِ اولیٰ میں سانس کی خوشبو کو رجنی گندھا ایک سفید پھول (Tuberose) سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مشبہ اور مشبہ بہ دونوں سونگھنے سے متعلق ہیں۔

(ج) تشبیہ ِ سامعہ:

جب مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کا تعلق حسِ سماعت سے ہو۔

ے گنگنائے ایسے جیسے بجتے ہوں گھنگھرو کہیں پہ
آ کے پربتوں سے جیسے گرتا ہو جھرنا زمیں پہ [۷]

مشبہ "گنگنانا" اور دو مشبہ بہ "گھنگھرو" اور "زمین پر گرتے ہوئے جھرنے کی آواز" سب کا تعلق سماعت سے ہے۔

ے کوئل سی تیری بولی
صورت ہے کتنی بھولی [۸]

مصرعِ اولیٰ میں محبوب کی بولی (آواز) کو کوئل کی آواز سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کا تعلق حسِ سماعت سے ہے۔

(د) تشبیہ ِ لامسہ:

جب مشبہ اور مشبہ دونوں کا تعلق حسِ لامسہ سے ہو۔ مثالیں:

ے ارمان کس کو جنت کی رنگیں گلیوں کا
مجھ کو تیرا دامن ہے بستر کلیوں کا [۹]

دامن اور کلیوں کا بستر (مشبہ اور مشبہ بہ) دونوں کا تعلق حسِ لامسہ سے ہے۔

ے تیرا بدن ہے سنگِ مرمر
تو اِک زندہ تاج محل ہے [۱۰]

بدن کو اس کی ملائمت کی وجہ سے سنگِ مرمر سے تشبیہ دی گئی ہے اس لیے مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کا تعلق انسان کی حسِ لامسہ سے ہے۔

تشبیہِ عقلی:

اگرچہ تشبیہ مذکورہ بنیادی اقسام کا تعلق بھی مشبہ اور مشبہ بہ ہی سے ہے لیکن ارکانِ تشبیہ کے حوالے سے تشبیہ کی مزید کئی اقسام بتائی گئی ہیں۔ کتبِ علمِ بیان میں اِن کی تعداد اٹھارہ ہے لیکن اِن میں سے چند فلمی شاعری میں ناپید ہیں جس کا سبب یہی ہے کہ فلمی شاعری جس سلاست وسادگی کی متقاضی ہے اُس میں دقیق نکات کو جگہ نہیں دی جاسکتی۔ اسی لیے اس میدان میں ہمیں عام طور پر وہی فنی خصائص نظر آتے ہیں جو فلمی گیت کے عام سامع کو بہ آسانی سمجھ آسکیں اور جن میں کسی قسم کوئی ابہام اور اشکال موجود نہ ہو۔

(i) تشبیہِ مفرد:

جب مشبہ اور مشبہ بہ دونوں واحد ہوں۔

ے سونی ڈگر کا ایک ستارا
جِھل مِل جِھل مِل روپ تمہارا [۱۱]

محبوب کے روپ کو اس کی جھلمل کے سبب سونی ڈگر کے ستارے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مشبہ اور مشبہ بہ دونوں واحد ہیں۔ لہٰذا یہ تشبیہِ مفرد ہے۔

ے کورا کاغذ تھا یہ من میرا
لکھ لیا نام اس پہ تیرا [۱۲]

من کو کورے کاغذ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ تشبیہِ مفرد ہے۔

(ii) تشبیہِ مرکب:

جب مشبہ اور مشبہ بہ دونوں جمع ہوں۔

ے یہ کھلے کھلے سے گیسو ، اُٹھیں جیسے بدلیاں سی
یہ جھکی جھکی نگاہیں گریں جیسے بجلیاں سی [۱۳]

پہلے مصرعے میں گیسوؤں کو بدلیوں سے اور دوسرے مصرعے میں نگاہوں کو بجلیوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ دونوں تشبیہات میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں جمع ہیں۔

ے تیرے ہونٹوں کے دو پھول پیارے پیارے
میرے پیار کی بہاروں کے نظارے

تیری آنکھوں کے دو تارے پیارے پیارے
میری راتوں کے چمکتے ستارے [۱۴]

پہلے شعر میں ہونٹوں کو دو پھولوں سے اور دوسرے شعر میں آنکھوں کو دو تاروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ دونوں تشبیہات میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں جمع ہیں اس لیے یہ تشبیہِ مرکب ہے۔

(iii) تشبیہِ جمع: جب مشبہ واحد ہو اور مشبہ بہ بہت سے ہوں۔

جاوید اختر کا ایک معروف گیت تشبیہ جمع کی مثال ہے جس میں ایک مصرعے "اِک لڑکی کو دیکھا تو ایسا لگا" میں مذکور مشبہ (لڑکی) کو ہر بند کے سات مصرعوں میں مختلف سات اشیاء سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ایک بند ملاحظہ ہو:

ے اِک لڑکی کو دیکھا تو ایسا لگا
جیسے کھلتا گلاب

جیسے شاعر کا خواب

جیسے اُجلی کرن

جیسے بن میں ہرن

جیسے چاندنی رات

جیسے نرمی کی بات

جیسے مندر میں ہو اِک جلتا دیا[۱۵]

☆☆☆

ے چہرہ ہے جیسے جھیل میں ہنستا ہوا کنول

یا زندگی کے ساز پہ چھیڑی ہوئی غزل [۱۶]

پہلے مصرعے میں موجود مشبہ (چہرہ) کو پہلے کنول سے اور دوسرے مصرعے میں غزل سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یوں مشبہ بہٖ دو ہیں۔ بھارتی فلمی شاعری میں ایسی ہی ایک اور تشبیہ دیکھیے:

ے کسی شاعر کی غزل ، ڈریم گرل

کسی جھیل کا کنول ، ڈریم گرل [۱۷]

خوابوں میں آنے والی لڑکی (ڈریم گرل) کو شاعر کی غزل اور جھیل کے کنول سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یوں مشبہ بہٖ دو ہیں اور یہ تشبیہِ جمع ہے۔

ایک اور مثال ملاحظہ ہو جس میں دو تشبیہات الگ الگ تشبیہِ جمع کی مثال ہیں۔ یعنی دو چیزوں کو ایک ہی وقت میں تین تین مختلف اشیاء سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ایک مشبہ کے لیے مشبہ بہٖ ایک سے زیادہ ہیں:

ے من میرا اِک محل ہو جیسے، تو اِس میں رہتی ہے ایسے
جیسے سیپ میں موتی ہے ، ساگر میں پانی ہے [۱۸]

من کو محل، سیپ اور ساگر سے، جب کہ محبوب کو ملکہ، موتی اور پانی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

(iv) تشبیہ مفروق:

چند چیزوں کو دوسری چند چیزوں سے یوں تشبیہ دینا کہ ہر مشبہ اور مشبہ بہ ایک ساتھ ہوں۔ مثال ملاحظہ ہو:

ے آنکھیں نازک سی کلیاں ، باتیں مصری کی ڈلیاں
ہونٹ گنگا کے ساحل ، زلفیں جنت کی گلیاں [۱۹]

شعر میں چار تشبیہات ہیں اور چاروں مشبہ اور مشبہ بہ ساتھ ساتھ ہیں۔

ے یہ چاند سا روشن چہرہ ، زلفوں کا رنگ سنہرا
یہ جھیل سی نیلی آنکھیں ، کوئی راز ہے ان میں گہرا [۲۰]

شعر کے دونوں مصرعوں میں تشبیہات ہیں (چاند سا چہرہ، جھیل سی آنکھیں) اور دونوں میں مشبہ اور مشبہ بہ ساتھ ساتھ ہیں۔

(v) تشبیہِ تفضیل:

جب تشبیہ دے کر مشبہ کو مشبہ بہ پر ترجیح دی جائے۔ مثال دیکھیے:

ے آپ کی نیچی نظر کے تیر کیسے تیر ہیں
تیر چلنے بھی نہ پائے دل نشانہ بن گیا [۲۱]

نیچی نظر (مشبہ) کو تیر (مشبہ بہ) سے تشبیہ دی گئی ہے لیکن غور کرنے پر پتا چلتا ہے کہ مشبہ کو مشبہ بہ پر ترجیح دی جا رہی ہے کیوں کہ عام تیر چلنے سے کوئی شے نشانہ ضرور بنتی ہے لیکن نیچی نظر کے یہ تیر عام تیروں سے اس لیے بڑھ کر ہیں کہ یہ چلے بغیر دل کو نشانہ بنا لیتے ہیں۔ اس لیے یہ تشبیہِ تفضیل ہے۔

ے میں نے پوچھا باغ سے فلک ہو یا زمیں ایسا پھول ہے کہیں
باغ نے کہا ہر کلی کی قسم نہیں نہیں نہیں
میں نے پوچھا جام سے فلک ہو یا زمیں ایسی مے بھی ہے کہیں
جام نے کہا مے کشی کی قسم نہیں نہیں نہیں
[۲۲]

ان اشعار میں بھی تشبیہِ تفضیل ہے کیوں کہ تشبیہ کے بعد شعر کے آخر میں "نہیں نہیں نہیں" کے الفاظ یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ تمہارا محبوب پھول سے زیادہ حسین اور شراب سے زیادہ نشیلا ہے۔

وجہِ شبہ کے حوالے سے تشبیہ کی اقسام:

(i) تشبیہِ قریب: جب وجہِ شبہ جلد سمجھ آ جائے۔

ے سورج دیکھے، چندا دیکھے، سب دیکھیں ہم ترسیں
جیسے برسے کوئی بدریا ویسے اکھیاں برسیں [۲۳]

شعر میں دی گئی تشبیہ (آنکھوں کا بادلوں کی طرح برسنا) میں وجہ مشبہ (برسنا) جلد سمجھ آجاتی ہے۔اس لیے اسے تشبیہِ قریب کہا جائے گا۔

(ii) تشبیہِ بعید: جب وجہِ شبہ جلد سمجھ میں نہ آئے۔

ے کبھی کبھی شام ایسے ڈھلتی ہے جیسے گھونٹ اُتر رہا ہے
تمہارے سینے سے اُٹھتا دھواں ہمارے دل سے گزر رہا ہے [۲۴]

پہلے مصرعے کی تشبیہ میں وجہِ شبہ چاند کا نکلنا ہے، قاری اس تک غور کرنے کے بعد پہنچتا ہے۔یہ تشبیہِ بعید ہے۔

تشبیہ کی مزید دو اقسام کا ذکر بھی یہاں نہایت ضروری ہے۔

(i) تشبیہِ مؤکد: جب تشبیہ میں حرفِ تشبیہ موجود نہ ہو۔۔

ے کورا کاغذ تھا یہ من میرا
لکھ لیا نام اس پہ تیرا [۲۵]

من کو کورے کاغذ سے تشبیہ دی گئی ہے۔حرفِ تشبیہ موجود نہیں ہے۔یہ تشبیہِ مؤکد ہے۔

ے تیری جوانی تپتا مہینہ اے نازنیناں!
چھو لے نظر تو آئے پسینہ اے نازنیناں! [۲۶]

محبوب کے حسن و جوانی کو تپتے مہینے سے تشبیہ دی گئی ہے۔حرفِ تشبیہ موجود نہیں ہے۔

غور کیا جائے تو تشبیہ مؤکد کا استعمال کثرت سے کیا جاتا ہے۔ گیتوں میں مستعمل متعدد مرکباتِ اضافی جیسے دل کا آسمان، غم کی گھٹا، دل کی ڈولی، دل کی کتاب، پون کا جھولا، دل کا چمن، جھیلوں کے ہونٹ، پھولوں کا سینہ، دل کا آئینہ اور زندگی کا سفر وغیرہ تشبیہِ مؤکد کی مثالیں ہیں۔

(ii) تشبیہ مطلق: جب تشبیہ میں تمام ارکان واضح طور پر موجود ہوں تو اسے تشبیہ مطلق کہا جاتا ہے۔

ے چہرہ ہے جیسے جھیل میں ہنستا ہوا کنول
یا زندگی کے ساز پہ چھیڑی ہوئی غزل [۲۷]

مصرعِ اولیٰ میں دی گئی تشبیہ میں تمام ارکان موجود ہیں۔ چہرہ(مشبہ)، کنول (مشبہ بہ)، جیسے (حرفِ تشبیہ)، ہنستا ہوا ہونا(وجہِ شبہ)، محبوب کے چہرے کے حسن و نکھار کی وضاحت (غرضِ تشبیہ)۔ یوں یہ تشبیہِ مطلق ہے۔

ے مرا جیون کچھ کام نہ آیا
جیسے سوکھے پیڑ کی چھایا [۲۸]

اس تشبیہ میں تمام ارکان موجود ہیں۔ جیون(مشبہ)، سوکھے پیڑ کی چھایا(مشبہ بہ)، جیسے (حرفِ تشبیہ)، کام نہ آنا(وجہِ شبہ)، زندگی کے بے معنی ہونے کی وضاحت (غرضِ تشبیہ)۔

تشبیہ کے ضمن میں یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ اُردو شاعری میں دی گئی اکثر تشبیہات کے موضوع روایتی ہی رہے ہیں اور بیشتر کی شاعری کی تشبیہات دکنی دور یا اُردو کلاسیکی عہدِ شاعری سے آگے بڑھ پائیں۔ معدودے چند شعرا کے علاوہ اکثر معروف نام بھی اس معاملہ میں فارسی اور عربی میں اُردو سے آئے ہوئے موضوعات سے کچھ خاص آگے نہیں جاسکے۔ اس تتبع یا توارد کی بعض وجوہ بہت وقیع بھی ہیں مثلاً چہرے کے لیے چاند یا پھول اور زلفوں کے لیے بادلوں یا پھیلی ہوئی رات سے بہتر تشبیہ ڈھونڈ لینا بہت قرینِ قیاس معلوم بھی نہیں ہوتا۔ بھارتی فلمی اُردو شاعری کے بارے میں بھی بہ آسانی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں دی گئی اکثر تشبیہات روایتی موضوعات ہی کی حامل ہیں، اس کی بنیادی وجہ اسی مقالہ کی ابتدا میں بھی مذکور ہے کہ فلمی شاعری کا سامع نچلی سطح کا ادبی ذوق رکھنے

والا، گلی محلے کا وہ عام آدمی بھی ہوتا ہے جس تک اپنی بات پہنچانے کے لیے سادہ اور سلیس اسلوبِ بیان کی ضرورت ہوتی ہے۔ نیز یہ سادہ طرزِ اسلوب تشبیہ کی ان اقسام کی تفہیم و توضیح میں بھی مددگار ہو سکتا ہے۔

اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ جس طرح شاعری میں علمِ بدیع کے حوالے سے صنعتِ تضاد اور مراعات النظیر کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں اسی طرح علمِ بیان میں تشبیہ کا استعمال بھی سب سے زیادہ رغبت سے کیا جاتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ فلمی شاعری میں محبوب کی تعریف و توصیف کا موضوع بھی کثرت سے مذکور ہے اور اس تعریف و توصیف میں محبوب کے حسن و جمال کے ذکر کی بہتات ہے اور پھر اسی ذکر میں محبوب کے حوالے سے تشبیہات بھی بہت زیادہ تعداد میں نظر آتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ نجم الغنی رام پوری، مولوی، بحر الفصاحت، مجلس ترقیِ ادب لاہور، ایڈیشن ۲۰۱۱ء، ص ۲۶

۲۔ مزمل حسین، ڈاکٹر، اُردو میں علمِ بیان اور علمِ بدیع کے مباحث، مجلس ترقیِ ادب لاہور، اشاعت ۲۰۱۰ء، ص ۸۲

۳۔ عابد علی عابد، اصولِ انتقادِ ادبیات، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص: ۶۱۲

۴۔ آنند بخشی، میں نے پوچھا چاند سے، عبداللہ، ۱۹۸۰ء

۵۔ مجروح سلطان پوری، اب کیا مثال دوں میں، آرتی، ۱۹۶۲ء

۶۔ نیرج، میں نے قسم لی، تیرے میرے سپنے، ۱۹۷۱ء

۷۔ آنند بخشی، بڑی مستانی ہے میری محبوبہ، جینے کی راہ، ۱۹۶۹ء

۸۔ سمیر، مکھڑا، بیٹا، ۱۹۹۲ء

۹۔ مجروح سلطان پوری، محبوب مرے محبوب میرے، پتھر کے صنم، ۱۹۷۶ء

۱۰۔ اندیور، پیار ہمارا امر رہے گا، مدت، ۱۹۶۸ء

۱۱۔ شیلندرا، تم جو ہمارے میت نہ ہوتے، عاشق، ۱۹۶۲ء

۱۲۔ ایم جی حشمت، مکھڑا، کورا کاغذ، ۱۹۷۴ء

۱۳۔ حسرت جے پوری، میں کہیں کوی نہ بن جاؤں، پیار ہی پیار، ۱۹۶۹ء

۱۴۔ اندیور، مکھڑا، پارس، ۱۹۷۱ء

۱۵۔ جاوید اختر، اِک لڑکی کو دیکھا، 1942 A Love Story، ۱۹۹۴ء

۱۶۔ شکیل بدایونی، چودھویں کا چاند ہو، چودھویں کا چاند، ۱۹۶۰ء

۱۷۔ آنند بخشی، مکھڑا، ڈریم گرل، ۱۹۷۶ء

۱۸۔ آنند بخشی، میں اِک راجہ ہوں، اُپہار، ۱۹۷۱ء

۱۹۔ آنند بخشی، چاند آہیں بھرے گا، پھول بنے انگارے، ۱۹۶۳ء

۲۰۔ ایس ایچ بہاری، مکھڑا، کشمیر کی کلی، ۱۹۶۴ء

۲۱۔ قمر جلال آبادی، اے محبت ان سے ملیے، بازار، ۱۹۹۴ء

۲۲۔ آنند بخشی، میں نے پوچھا چاند سے، عبداللہ، ۱۹۸۰ء

۲۳۔ حسرت جے پوری، جیا بے قرار ہے، برسات، ۱۹۹۴ء

۲۴۔ گلزار، زحال مکیں، غلامی، ۱۹۵۸ء

۲۵۔ آنند بخشی، مکھڑا، ارادھنا، ۱۹۶۹ء

۲۶۔ ساحر لدھیانوی، مکھڑا، امانت، ۱۹۷۷ء

۲۷۔ شکیل بدایونی، چودھویں کا چاند ہو، چودھویں کا چاند، ۱۹۶۰ء

۲۸۔ ایم جی حشمت، مکھڑا، میرا جیون، ۱۹۷۲ء